انوار ربانی

افشاں نوید

مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ میں عورت کا کردار

مومن مرد اور مومن عورت، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہوکر رہے گی، یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے (سورۃ التوبہ آیت ۷۱ پارہ ۱۰)

ہم مسلمانوں کی جس بیداری اور نشاۃ ثانیہ جدیدہ کے خواہشمند ہیں وہ خالصتاً قرآنی بنیادوں پر ہے ہم جانتے ہیں کہ قرآن نے ہمیں جو اسپرٹ دی ہے اور رہتی دنیا تک کے لئے جو اصول متعین کر دیئے ہیں وہ غیر متبدل ہیں۔

بحیثیت مسلمان عورت ہمیں اکیسویں صدی کے تقاضوں اور امت کو درپیش خطرات کو محسوس کرتے ہوئے ایک طرف روح قرآنی کو ٹھیک ٹھیک اپنے اندر جذب کرنا ہوگا اور دوسری جانب اپنی قوت فکر ونظر کو صحیح سمت میں متعین رکھنا ہوگا، اپنے علم کی ترقی ہم میں سے ہر اک کی انفرادی ذمہ داری ہے۔ اپنے اطراف میں پیش آنے والے احوال اور تغیرات کا ہمیں بر وقت اور درست سمت میں تجزیہ کرنا ہوگا، اور اپنے شعور و آگہی کو اپنے خاندان سے لیکر درجہ بدرجہ عام لوگوں تک پہنچانا ہوگا۔ جن خواتین کو اللہ نے صلاحیت دی ہے وہ ضرور اپنے افکار، معلومات، تجزیوں کو مرتب کریں کیونکہ وقت ہے کہ ہم اسلام کو ایک dynamic force کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کریں۔ واضح رہے کہ ہم دنیا میں مقتدی نہیں امام بننے کے لئے بھیجے گئے ہیں قرآن ہماری فکر ونظر کو وسعت عطا کرتا ہے جب وہ ہمیں دعا سکھاتا ہے متقیوں کا امام بننے کی۔ واجعلنا للمتقین اماماً اگر ہماری اور ہم جیسے ہزاروں، لاکھوں لوگوں کی پوری پوری عمریں اس بیداری کی مہم میں لگ جائیں تو بھی کافی نہیں ہیں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ محترم 37ء میں اپنے مکتوب میں جو انہوں نے چودھری نیاز علی خان کو تحریر کیا فرماتے ہیں ”جو کھجور کا درخت لگاتا ہے وہ اس کے پھل نہیں توڑ سکتا۔ ہم خون جگر سے سینچ کر چلے جائیں شاید ہماری دوسری نسل بھی اس کے پھلوں سے پوری طرح لذت آشنا نہ ہو سکے گی۔ ہمیں نتائج کے لئے بے صبر نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارا کام ہے کہ عمارت کا نقشہ ٹھیک ٹھیک بنا دیں۔ اس کی بنیادیں اٹھا کر نئی آنیوالی نسل کو تعمیر کا کام جاری رکھنے کے لئے تیار کر دیں۔ اس سے زیادہ غالباً ہم کچھ نہ کر سکیں گے۔“

واضح رہے کہ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ یہ کسی آپریشن کا نام نہیں ہے آپ اس کو یک وقتی عمل سے تعبیر نہیں کر سکتے یہ ایک عمل پیہم ہے۔

اس ضمن میں جب ہم قرونِ اولیٰ کی خواتین کے کردار

پر نظر ڈالتے ہیں تو عورت کے کردار کے حوالے سے بلاشبہ وہ ایک فراخ دل اور کشادہ معاشرہ تھا۔اس نے حیاء اور حجاب کے تقاضوں کوملحوظ رکھتے ہوئے اس کے وقار کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا تھا۔

کتنا خوبصورت سبق ہے ہم عورتوں کے لئے بھی اور مردوں کے لئے بھی اس واقعہ میں جو قرآن بیان کرتا ہے کہ بوڑھے باپ حضرت شعیبؑ کی بیٹیاں اپنی بکریوں کو چرانے کے لئے لے جاتی ہیں۔بکریوں کو پانی پلانے کے ضمن میں حضرت موسیٰ ان کی مدد کرتے ہیں جس کو وہ قبول کر لیتی ہیں۔ باپ اور بیٹیوں کے درمیان اعتماد اور دوستی کا ایسا رشتہ ہے کہ بیٹیاں اپنے باپ سے چھپاتی نہیں ہیں، وہ نہ صرف بتاتی ہیں کہ حضرت موسیٰ نے بکریوں کو پانی پلانے میں ان کی مدد کی ہے بلکہ حضرت موسیٰ کے اوصاف جو انہوں نے اپنی پاکیزہ اور حیادار آنکھوں سے دیکھے تھے وہ بھی بیان کرتی ہیں۔ باپ یہ نہیں سوچتا کہ بیٹیوں کا گھر سے نکلنا ہی فتنوں کا سبب ہے اس لئے آئندہ ان کو گھر میں بند رکھا جائے ۔ بلکہ اس نے اپنی بیٹیوں کی جو تربیت کی ہے وہ ان کو سمجھ اور شعور کے جس مقام و مرتبہ پر دیکھتا ہے وہ ان پر شک کرنے کی بجائے ان پر اعتماد کرتا ہے ان کی رائے کو وزن دیتا ہے اور پھر ان لڑکیوں کو دوبارہ بھیجتا ہے کہ اس نوجوان کو بلا کر لائیں اور پھر اپنی بیٹیوں پر لازوال اعتماد کرتے، ان کی رائے کی قدر کرتے ہوئے حضرت موسیٰ کو اپنی فرزندی میں لینے کا مشروط فیصلہ کرتا ہے ۔حضرت موسیٰ وہ شرائط قبول کر کے اس خاندان پر اپنے اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔قرآن ہمیں اسلامی معاشرے کی ان اعلیٰ اقدار سے روشناس کراتا ہے۔ جہاں عورت غیرت کے نام پر قتل کر دی جاتی ہو اور ہر قتل کو ''غیرت'' سے منسوب کر دیا جائے کیا اس معاشرے نے کوئی سبق لیا ہے اسلام کی ان اعلیٰ تعلیمات سے؟ کتنے فیصد باپ ہیں جن کو قرآن کے اس واقعے نے وسیع النظری عطا کی ہے!

ماں کے قدموں کے نیچے جنت کا جو تصور اسلام نے روشناس کرایا وہ عورت کی بھی قدر دانی تھی کہ وہ جہالت زدہ معاشرہ جہاں عورت ہر رشتے اور ہر کردار میں مشکوک تھی، جس کا وجود ہی قابل ملامت تھا، جو پیدائشی طور پر قابلِ گردن زدنی قرار پائی تھی، اس معاشرے میں ان پاکیزہ اسلامی تعلیمات سے کیسے کیسے بھونچال نہ آئے ہونگے۔

اسلامی معاشرے کی عورت تب ہی اپنا کردار ادا کرنے کے قابل ہوسکتی ہے جب اس کو اسی درجہ کا اعتماد اور وقار عطا کیا جائے۔کون نہیں جانتا کہ بیوی سے حسن سلوک کو تقویٰ کا جزو لازم قرار دیا گیا ہے۔ جو عورت شوہر کی طرف سے سکون نہیں پاتی وہ کبھی اس کے بچوں کی تربیت صحت مند اقدار و روایات کے ساتھ نہیں کر سکتی۔ گھر کی چار دیواری میں ملکہ قرار پانے والی یہی عورت امر بالمعروف ونھی عن المنکر میں دامے درمے سخنے ہمیں اپنا کردار ادا کرتی ہوئی ملتی ہے۔

یہی تو پر اعتماد مائیں تھیں، امت کی عظیم مائیں، اسلام کے احساس برتری سے سرشار مائیں جو اپنے جگر گوشے خدمتِ رسول ﷺ میں لا کر جہاد کے لئے پیش کر دیتی تھیں اور شہادت کی خبر پا کر حواس باختہ بین کرنا نہیں شروع کر دیتی تھیں بلکہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ان کی شہادت کی قبولیت کی

دعاؤں کی درخواست کرتی تھیں۔

اگرچہ وہ مخلوط سماج نہ تھا، آزادانہ اختلاط نہ تھا عورت کی آزادی کے نام پر، لیکن مختلف میدانوں میں عورتوں اور مردوں کے درمیان صحت مندانہ اور پاکیزہ تعامل تھا۔ ان دونوں صنفوں کے بیچ مسابقت کی کوئی دوڑ نہ تھی۔ نہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا اندھا جنون سوار تھا۔ لیکن وہ اپنے حقوق اور کردار سے آگاہ خواتین تھیں۔ اگر شوہر کی طرف سے ملنے والے حقوق میں کمی ہے تو عورتیں براہ راست خدمت اقدسؐ میں حاضر ہورہی ہیں۔ نہ ان کو زجر و توبیخ کی جارہی ہے، نہ عورت کی شان اور وقار کے منافی قرار دیا جارہا ہے بلکہ ضرورت پڑرہی ہے تو اللہ کے نبیؐ اسی مجلس میں شوہر کو بھی بلا لیتے ہیں، اس کا محاسبہ کرتے ہیں، حق کی ادائیگی پر توجہ دلاتے ہیں اور شوہر جو بلا شبہ خوف خدا رکھنے والا شوہر ہے گھر جا کر بیوی کو ہرگز زدوکوب نہیں کرتا کہ اس کو یہ جرأت کیونکر ہوئی بلکہ پہلے سے بہتر معاملہ کرتا ہے۔ خلفاء راشدین نے بھی اسی روایت کو برقرار رکھا کہ عورتیں اپنے حقوق کے لئے براہ راست خلیفۂ وقت سے رجوع کرتی تھیں اور اس کو ہرگز عیب نہ سمجھا جاتا تھا۔ اس امت کی بیداری میں عورت کے کردار سے تاریخ اسلامی سے معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا فرد بھی آگاہ ہے کہ حضرت سمیہؓ اسلام کی پہلی شہید خاتون تھیں۔ ام عمارہؓ نے غزوہ احد میں جو کردار ادا کیا وہ رہتی دنیا تک امت کو روشنی فراہم کرتا رہے گا، ام شریکؓ کے بارے میں روایات ہیں کہ وہ قریش کے اعلیٰ گھرانوں کی خواتین کے پاس اسلام کی دعوت لے کر جاتی تھیں اور بہت سی خواتین ان کی کوششوں سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئیں۔ اسما بنت یزیدؓ اور حمنہؓ بنت جحش کے بارے میں تاریخ طبری میں درج ہے کہ ان خواتین نے میدان جنگ میں مردوں کے دوش بدوش ہتھیار اٹھائے اور درجنوں اہل باطل کا خون ان کی تلواروں سے ٹپکا۔ اگرچہ قتال میں حصہ لینا عورتوں کے فرائض میں داخل نہیں ہے لیکن بوقت ضرورت انہوں نے اس کردار کو بھی نبھایا اور رہتی دنیا تک عورتوں کے لئے مثال قائم کی کہ عورتیں اجتماعی امور سے غیر متعلق نہیں رہ سکتیں اور اجتماعی امور میں عملاً سرگرم عمل تھیں۔

حضرت حضرت علی کرم اللہ وجہ، عثمان غنیؓ کی خلافت کے لئے مردوں سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو مقرر کرتے ہیں کہ وہ خواتین کی رائے معلوم کریں۔ یعنی اتنے حساس حکومتی امور میں عورت کی رائے کا اتنا ہی وزن ہے جتنا کہ مرد کی رائے کا۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ حدیث اور تفقہ فی الدین میں 14 سو برس سے امت کے مردوں کے لئے بھی علم کا مینار تھیں، کل بھی مرجع خلائق تھیں اور رہتی دنیا تک ان کے علم سے استفادہ کیا جاتا رہے گا۔

مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ اسی صورت ممکن ہے جب آج کی عورت پوری جرأت کے ساتھ مدینہ کی اسی سوسائٹی کو پھر سے زندہ کرے۔ مدینہ کی پاکیزہ سوسائٹی میں عورت کے کردار پر کون اعتراض کرسکتا ہے؟ ایک طرف آیات حجاب نے اس کو تحفظ فراہم کیا تو دوسری طرف غضِ بصر کے احکامات نے اس کی عفت کو محفوظ کر دیا۔ حق کو اس وقت صرف تائید کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ محض تائید تو ہمیں تبع بناتی ہے، ہم نے تو

ان اعلیٰ قدروں کے داعی اور علمبردار کا کردار ادا کرنا ہے جس کی مثالیں قرونِ اولی کی خواتین نے مرتب کی ہیں۔ ہم حق کی صرف تائید نہیں کرتیں بلکہ اس کی داعی اور علم بردار ہیں کیونکہ قرآن نے علمبرداری کا یہ مشن بغیر کسی صنفی تخصیص کے عورت اور مرد دونوں کے حوالے کیا ہے۔

☆☆☆